اردو غزل پر اقبال کی شاعری کے اثرات

ڈاکٹر افسانہ حیات

ملخص

اردو شاعری میں نظم کے حوالے سے اقبالؔ کی شاعری کے اثرات سے کسی کو انکار نہیں ہے۔مگر گفتگو ''اردو غزل پر اقبال کی شاعری کے اثرات'' کے حوالے سے ہے۔ اکثر ناقدین نے اردو غزل پر اقبال کی شاعری کے اثرات ماننے میں تا مل برتا یا انکار کیا ہے۔ یہ بات بار بار دہرائی جاتی رہی ہے کہ اقبال کے بعد کے شعرا نے اقبال کی شاعری سے اثرات قبول نہیں کئے۔مگر یہ بات حق پر مبنی نہیں۔ اقبالؔ غزل کی روایت میں ایک انقلاب کا پیش رو ہے۔ اقبالؔ سے قبل اس اسلوب آہنگ اور لہجے کو غزل کے لئے ناموزوں تصور کیا جاتا تھا، مگر اقبال نے غزل میں خارجی موضوعات کو بلند آہنگ لہجے میں فنی محاسن کو مجروح کئے بغیر پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ غزل حیات وکائنات کے تمام تر موضوعات کو اپنے اندر سمونے کی سکت رکھتی ہے۔جس کا اثر یہ ہوا کہ اقبال کی شاعری کے اثرات اقبال کے زمانے ہی سے مرتب ہونے شروع ہو گئے ۔ناقدین ادب کو اردو غزل پر اقبال کی شاعری کے براہِ راست اثرات سے انکار ہو سکتا ہے مگر بلواسطہ اثرات سے انکار بے جا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ اور نہیں۔ لہذا ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ اقبال کے معاصرین شعراء نے شعوری اور تقلیدی حد تک اقبالؔ کی شاعری کے اثرات قبول کئے اور اس کے بعد ترقی پسند شعرا بھی جنھیں اقبال کے نظریات سے اختلاف رہا اقبال کے شعری موضوعات اور بلند آہنگ لہجے سے خود کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ جدید غزل گو شعرا نے بھی براہِ راست نہ سہی بلا واسطہ طور اقبال کی خودی کے چراغ سے اپنے فلسفہ وجودیت کا چراغ روشن کیا۔لہٰذا ہمیں یہ ماننے میں

قباحت نہ ہونی چاہئے کہ اقبال جیسے بڑے شاعر کے اثرات ہر عہد اور ہر فکر کے شعرا نے بلاشبہ قبول کئے ہیں۔

اردو ادب کی روایت میں بیسویں صدی کئی لحاظ سے انقلابی صدی رہی ہے۔ اول تو اس عہد میں شاعری کی سب سے مقبول صنف غزل کو اعتراضات اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے ترقی پسند تحریک کا وہ طوفان جس نے ادب برائے زندگی کے پرجوش نظرئے کے تحت ادب برائے ادب کے اس تہذیبی ورثے کو بھی القط کہنے میں جھجک محسوس نہ کی جس میں اردو ادب کا ایک بڑا سرمایا موجود ہے۔ اس اتھل پتھل کے ماحول میں غزل حاشئے پر تھی۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ غزل نے اپنی نازک مزاجی کے باوجود اپنی ہمہ گیر طبعت کے پیش نظر ہر دور میں ناسازگار حالات کا مقابلہ ہی نہیں کیا بلکہ حیات و کائنات کے مسائل سے بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ آنکھیں چار کیں۔ نظم میں محمد حسین آزاد، مولانا حالؔی اسماعیل میرٹھی وغیرہ کے یہاں ان افادی موضوعات کی گونج سنائی دیتی ہے۔ مگر غزل میں سیاسی، سماجی اور افادی موضوعات و نظریات اور بلند آہنگ لہجے کو برتنے کا ہنر بیسویں صدی کے سب سے اہم شاعر علامہ اقبالؔ نے سکھایا۔ جو غزل کی روایت میں ایک انقلاب کا پیش رو ہے۔ اقبال سے قبل ان موضوعات اور اسلوب آہنگ کو غزل کے لئے ناموزوں تصور کیا جاتا تھا، مگر اقبال نے غزل میں خارجی موضوعات کو بلند آہنگ لہجے میں فنی محاسن کو مجروح کئے بغیر پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ غزل حیات و کائنات کے تمام تر موضوعات کو اپنے اندر سمونے کی سکت رکھتی ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اقبال کی شاعری کے اثرات اقبال کے زمانے ہی سے مرتب ہونے شروع ہو گئے۔

اردو شاعری میں نظم کے حوالے سے اقبال کی شاعری کے اثرات سے کسی کو انکار نہیں مگر گفتگو اردو غزل پر اقبال کی شاعری کے اثرات کے حوالے سے ہے۔ اکثر ناقدین نے اردو غزل پر اقبال کی شاعری کے اثرات ماننے میں تامل برتا بلکہ انکار کیا ہے۔ یہ بات بار بار دہرائی جاتی رہی کہ اقبال کے بعد کے شعراء نے اقبال کی شاعری کے اثرات قبول نہیں کئے۔ مگر یہ بات

حق پر مبنی نہیں ہاں اگر یہ بات مان لیں کہ اردو غزل پر براہِ راست اقبال کی شاعری کے اثرات مرتب نہیں ہوتے مگر بلواسطہ اثرات سے انکار بھی بے جا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں ۔ بلکہ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اقبال کے معاصرین نے نظم اور غزل دونوں میں شعوری اور تقلیدی حدتک اقبآل کی شاعری سے اثرات قبول کئے ہیں۔اسی طرح بعد میں وہ ترقی پسند شعراء بھی جنھیں اقبال کے نظریات سے اختلاف رہا اقبال کے شعری موضوعات اور بلند آہنگ لہجے سے خود کو محفوظ نہ رکھ سکے ۔ جدید غزل گو شعرا نے بھی براہِ راست نہ سہی بلاواسطہ طور اقبال کی خودی کے چراغ سے اپنے فلسفہ وجودیت کا چراغ روشن کیا۔لہٰذا ہمیں یہ ماننے میں قباحت نہ ہونی چاہئے کہ اقبال جیسے بڑے شاعر کے اثرات ہر عہد اور ہر فکر کے شعرانے بلاشبہ قبول کئے ہیں۔لہٰذا یہ بڑی خوش آئند اور حیرت انگیز بات ہے کہ اقبال کے مدّاحوں کے ساتھ ساتھ اقبال کے نکتہ چینوں نے تمام تر نکتہ چینوں کے باوجود اقبال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔اور اس حدتک اثرات قبول کئے کہ بعض شعراء اپنا رنگ وآہنگ بھی کھو بیٹھے۔لہٰذا اقبال کے بعد کے شعراء نے اقبال کے نظریات ،موضوعات ،اور اسلوب وآہنگ میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اقبال سے اثرات قبول نہیں کئے یہ کہنا غلط ہوگا ۔لہٰذ ہم کہ سکتے ہیں ہر عہد اور ہر زمانے کے شعرانے اقبال کی شاعری سے اپنی شاعری کے چراغ روشن کئے کیونکہ کوئی بھی بڑا شاعر اپنے زمانے کے ساتھ آنے والے زمانوں کا بھی شاعر ہوتا ہے ۔آل احمد سرور نکلسن کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”نکلسن نے کہا تھا اقبال اپنے زمانے کے آدمی ہیں وہ اپنے زمانے سے آگے کے بھی آدمی ہیں اور اپنے زمانے سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔اقبال کی معنویت کا راز اسی نکتے میں پوشیدہ ہے ۔ ہر صاحبِ فکر فنکار اپنے زمانے کی پیداوار ہوتا ہے۔مگر وہ صرف اپنے زمانے میں اسیر نہیں رہتا اس کی نظر اپنے ماضی پر بھی ہوتی ہے اور مستقبل پر بھی۔اقبال کی عظمت کا راز یہ ہے کہ وہ حال کا ایک کربناک احساس بھی رکھتے ہیں آتشِ

رفتہ کا سراغ بھی لگاتے ہیں اور کسی زمانے کا خواب بھی دیکھتے ہیں'

(دانشورِ اقبال، آل احمد سرور ص ۱۲۳)

اقبال کی عظمت اور مقبولیت کا بھی یہی راز ہے کہ ان کے ہیاں ماضی حال اور مستقبل کا کارواں ایک ساتھ رواں دواں ہے۔

اقبال کے معاصر غزل گو شعراء پر اقبال کی شاعری کے اثرات کے حوالے سے گفتگو کریں تو اقبال کے ابتدائی قومی جذبے حب الوطنی جس میں وطن کے ذرے ذرے سے محبت و عقیدت کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد اور بھائی چارے کا رنگ گہرا ہے کہ اس جوش میں وہ مذہبی تنگ نظری تعصب اور مذہب کی ظاہری رسوم اور مذہب کے تنگ نظر نام نہاد رہنماؤں یعنی ملاّ، شیخ و برہمن کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اقبال کے معاصر شعرا نے بھی اقبال کے اس رنگ کو خوب خوب نبھایا۔ جس میں ان کا اسلوب اور انداز اقبال کے تقلیدی رنگ میں رنگا نظر آتا ہے۔ اقبال کے زمانے میں ان کے معاصرین غزل وغیرہ کے یہاں بھی حب الوطنی کے جذبے کے علاوہ دوسرے موضوعات حرکت و عمل اور عقل و عشق کے معاملے میں اقبال سے متاثر ہونے کا رجحان کئی جگہ شعوری تقلید کا احساس ہوتا ہے۔ اقبال مذہبی رواداری میں جس طرح تنگ نظری اور تعصب سے بالاتر ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے مذہبی ٹھیکے داروں کے ظاہری پن پر طنز کرتے ہیں ان کے معاصرین کے یہاں بھی ان کی تقلید کا انداز صاف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ا۔ اقبال کے معاصرین میں چکبستؔ، سیمابؔ، ظفرؔ علی خاں، محرومؔ، جمیلؔ مظہری وغیرہ کے یہاں دیکھ سکتے ہیں اس نو کے چند اشعار ملاحضہ ہوں:

زاہدِ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں
اقبالؔ

اہلِ دیں مجھے کافر مانتے ہیں اے محرومؔ بت پرست کہتے ہیں میں کوئی مسلماں ہوں محرومؔ

حق پرستی کی جو میں نے بت پرستی چھوڑ کر برہمن کہنے لگا الحاد کا بانی مجھے
چکبستؔ

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے عنادل باغ کے فارغ نہ بیٹھیں آشیانوں میں
اقبالؔ

خزاں آئی ہے اب کے پیرہن میں موسمِ گل کے چمن والے سنبھل جائیں چمن ہشیار ہو جائے
سیمابؔ

میں نے اے اقبال یورپ میں اسے ڈھونڈا عبث بات جو ہندوستاں کے ماہ و سیماؤں میں تھی
اقبال

بہت دلچسپ ہے سیمابؔ شامِ وادیِ غربت وطن کی صبح میں کچھ اور تھیں رنگینیاں پھر بھی
سیماب

اس نو کے متعدّد اشعار اور پوری کی پوری غزلیں موجود ہیں اقبال کے اثرات اور تقلید کی نمایندہ ہیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر طوالت کے خوف سے کچھ منتخب اشعار پیش کئے جا رہے ہیں۔

اسی طرح دوسرے موضوعات اور اسلوب و آہنگ کے تعلق سے بھی اقبال کے معاصر غزل گو شعراء کے یہاں اثرات کی نشاندہی ناممکن امر نہیں ہے۔ اقبال اور ان کے معاصر سیماب کے یہاں کثرت سے اقبال کے اثرات دیکھ سکتے ہیں۔ اقبالؔ اور سیمابؔ کے چند اشعار دیکھئے:

باغِ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں   کارِ جہاں دارز اب مرا انتظار کر
اقبالؔ

اب ہے میرا عالمِ بالا پہ ناحق انتظار   اب مجھے ہنگامہِ دنیا سے فرصت ہی نہیں
سیمابؔ

قصور وار غریب الدیار ہوں لیکن   ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد
اقبالؔ

جنّت اجڑی ہے تو کیا ہم سے؟ فرشتوں کو بلا   ہم نکالے بھی گئے اور بسائیں بھی ہمیں
سیمابؔ

اپنے من ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی   تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن   اپنا تو بن
اقبالؔ

وہ کسی اور کا کیا ہوگا   جو اپنا نہ ہوا   پہلے آ عشق سکھا دے ہمیں اپنا ہونا
جمیل مظہریؔ

اقبالؔ کی روایت کو شعوری یا غیر شعوری طور پر ترقی پسندوں نے آگے بڑھانے کا کام کیا ہے۔اقبال نے اپنی مقصدی شاعری کا جو تصور پیش کیا تھا۔ایسا لگتا ہے کہ ترقی پسندوں نے اپنے مقصدی ادب کا ماخذ وہیں سے مستعار لیا ہے۔غزل میں ادب برائے زندگی اور خارجی موضوعات کو سمونے کا سلیقہ اقبال ہی کا مرہون منت کہا جا سکتا ہے۔ظ انصاری ترقی پسندوں کے یہاں

اقبال کے اثرات کا پرزور اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''خاص کمیونسٹ حلقوں میں اقبال پر کتنی ہی نکتہ چینی ہوتی رہی ،مگر ترقی پسند شاعری اور شاعروں کو اس کے سوا چارۂ کا نہ تھا کہ وہ ال سے فیض اٹھائیں۔ان کے مردانہ اور پرسوز ترنم سے ،سیاسی مسائل کے بے باکانہ بیان میں رجز کی شان سے ،رزمیہ فضا کے آکسیجن سے اپنا چراغ جلائیں اوراور ٹھیک اسی طرح ادھوری تاویلیں کرکے اپنی طرف کھینچیں جیسے خود اقبال نے ''بالشویزم'' کو اپنی طرف کھینچا تھا'' (اقبال کی تلاش ،ظ انصاری،ص ۱۷)

ترقی پسند شعراء نے ۱۹۳۶ء میں ترقی پسند تحریک کے زیر اثر جس طرح ان اشترا کی موضوعات پر قلم اٹھایا علامہ اقبال ان سے بہت قبل سرمایہ داری کا سفینہ ڈبونے ،کاخ امرا کے درو دیوار ہلانے کا درس دیتے ہوئے خدا کی عدالت میں غریبوں کا مقدمہ پیش کر چکے تھے۔لہٰذا ترقی پسند غزل گوشعراء کے یہاں انکار کے باوجود اقبال کے اثرات کا دبا دبا اظہار ملتا ہے۔ان ترقی پسند غزل گوشعراء میں جوشؔ ،فیضؔ ،مجروحؔ ،مجازؔ ،خلیل الرحمٰن اعظمی ،علی سردار جعفری ،ساحر لدھیانوی وغیرہ نے ترقی پسندوں کی غزل دشمنی کے باوجود غزل دوستی کا رشتہ استوار کیا۔جو غزل کی روایت میں ایک اہم اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس نو کے چند اشعار یہاں پیش کئے جا رہے ہیں:

اقبالؔ کہتے ہیں:

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو　　کاخِ امرا کے درو دیرار ہلا دو

انھیں موضوعات کو ترقی پسند شعراء اپنی نظموں کے علاوہ غزلوں میں باآواز بلند برتا ہے۔

دستِ منعم میری محنت کا خریدار سہی　　کوئی دن او ر رسوا میں سرِ بازار سہی

مجروؔح

یہ الگ بات ہے کہ ترقی پسند شعراء نے غزل کے بجائے نظم پر زیادہ توجہ دی اور نظم میں جس طرح انہوں نے ادب برائے زندگی کے نظریے کے تحت مقصدی اور افادی ادب کو پیش کیا، جس میں مزدور کسان کی حمایت، سرمایہ دارانہ نظام اور غیر برابری کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی وہ سب اقبال ہی کا مرہونِ منّت ہے۔ حالانکہ غزل میں ان شعراء نے خارجی موضوعات کو بھی پیش کیا ہے جن میں مقصدیت اور نعرے بازی اکثر اوقات شعری محاسن کو مجروح کرتی نظر آتی ہے۔ جبکہ ان کی شاعری کے اصل جوہر ان کی روایتی انداز کی غزل میں ہی کھل کر آتے ہیں جس کے موضوعات بھی حسن وعشق سے مزین ہیں۔ حالانکہ اقبال کے عشق کا تصور ترقی پسند شعرا سے مختلف بھی ہے اور منفرد بھی اسی لئے رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

''غالبؔ اور اقبالؔ ان شعراء میں سے ہیں جن کا گوشت پوست کا کوئی محبوب نہیں۔''

(جدید اردو غزل، رشید احمد صدیقی، ص۵۹، سرسید بکڈپو جامعہ اردو علی گڑھ ۱۹۹۰ء)

ترقی پسند شعراء کے یہاں حالانکہ عشق کے جذبات سے شعوری انحراف کا رویہ ملتا ہے مگر ان کی غزل کا اصل جوہر اسی عشقیہ رنگ میں کھلتا نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے عقل کے مقابلے میں عشق کو اولیت کا سہرا پہنایا۔ ترقی پسند غزل گو شعراء کے یہاں بھی عقل کے برخلاف عشق یا جنوں کو ہی سرفرازی حاصل ہے۔ انہوں نے اقبال کی طرح خرد کی مصلحت پسندی کے برخلاف عشق کی سادہ لوحی کو ہی سراہا ہے:

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے　　عشق بیچارہ نہ ملّا ،نہ زاہد، نہ حکیم
اقبالؔ

عقل کے دور میں بھی عشق نہیں ہے خاموش　　وہی نالے وہی شورِ فغاں کیا کہنا
عشق سادہ و معصوم اسے اپنی طرح　　جوہرِ تیغِ ادا خنجرو عیاری دے

سردار جعفری

ترقی پسند شاعر جوش ملیح آبادی کو یوں تو اقبال حریفانہ نسبت تھی مگر باوجود اس کے وہ اپنی شاعری کو اقبال کے اثرات سے محفوظ نہ رکھ سکے اور عقل کے مقابلے میں جنوں کو اولیت دیتے نظر آتے ہیں۔

کیونکر نہ کرے دعویٰ پیغمبری عشق حاصل ہو جسے دولتِ عرفانِ تمنّا

اسی طرح جوش موضوعات اور نظریات کے علاوہ اسلوب و آہنگ میں بھی جوش تقلیدی روش پر چلتے نظر آتے ہیں:

ترے سنگِ در نے بدل دیا ہے، پستیوں کو قرار میں
کہ ہزار طور ، جھلک رہے ہیں مری جبیں نیاز میں
چمک اے حقیقت وشان ، مجھے تازہ سانچے میں دھال دو
میں وہ شمع ہوں جو پگھل چکی ہے تمام بزمِ مجاز میں
جو بہارِ عشق ہو دیکھنا کبھی غزنوی پہ نگاہ کر
کہ شبنم گلشنِ خسروی ، ہے تباہ کوئے ایاز میں
جو صنم کدوں میں بیاں کروں تو صنم بھی سجدوں میں گر پڑیں
وہ ملا ہے پچھلے پہر مزا میرے دل کو جوشِ نماز میں

جوشؔ ملیح آبادی

جوشؔ کی اس غزل کو دیکھ کر اقبال کی غزل (کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں) کانوں میں گونجنے لگتی۔ دیکھیے پوری کی پوری غزل اقبال کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔

۱۹۶۰ء تک آتے آتے ترقی پسند تحریک زوال پذیر ہوگئی۔ ترقی پسند تحریک کی اجتماعیت اور مادیت پرستی نے فرد کی انفرادیت اور اس کی اپنی آزادی کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ جس

کے نتیجے میں جدیدیت اجتماعیت کے برخلاف انفرادیت کا تصور لے کر آئی، ساتھ ہی مادیت پرستی اور مغربی تہذیب سے بیزاری کا رجحان بھی۔ جدیدیت کو ترقی پسند تحریک کا ردعمل بھی کہہ سکتے ہیں۔ ترقی پسندوں نے ملک کی آزادی، اجتماعیت، سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت مادی ترقی جیسے موضوعات کو اپنا دین وایمان بنا رکھا تھا، جدیدیت نے ان بتوں کو توڑ کر نئے بت تعمیر کئے جس میں فرد کی انفرادیت اور اس کے جنسی ونفسیاتی مسائل سرِفہرست تھے۔

جدید غزل گو شعراء پر علامہ اقبالؔ کی شاعری کے اثرات سے تمام تر ناقدین کو اعتراف میں تامل بلکہ انکار ہے، کہ جدید غزل گو شعراء نے اقبال کی شاعری سے اثرات قبول نہیں کئے۔ اکثر ناقدین نے جدید غزل گو شعراء کے یہاں اقبال سے اتفاق کے بجائے اختلاف پر زور دیا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بیشتر ناقدین نے جدید غزل گو شعراء پر اقبال کی شاعری کے براہ راست اثرات سے انکار کے باوجود بالواسطہ اثرات سے انکار نہیں کیا۔ غور کریں تو جدید غزل غزل گو شعراء کے یہاں اقبال کی شاعری کے بالواسطہ اثرات کے ساتھ براہِ راست اثرات کی نشاندہی بھی کمیاب ضرور ہے مگر نایاب نہیں۔ جدید غزل گو شعراء کے یہاں سب سے اہم رجحان فلسفۂ وجودیت ہے، جس پر علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کے اثرات سے انکار تنگ نظری کی دلیل ہے۔ جدیدیوں کے یہاں اپنے وجود کے اعتراف، اپنی شناخت کے مسئلے کو لے کر سوال قائم کرنے کا رجحان اقبال کے اثرات سے خالی نہیں بلکہ اس کا خمیر اقبال کے فلسفہ خودی میں ہی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ہاں یہ بات الگ ہے کہ اقبال کے فلسفہ خودی کا تصور بلند وبالا ہے اور اس کی وسعتیں انسانی صلاحیتوں کو استحکام بخش کر خدا کے روبرو لا کھڑا کرتی ہیں۔ مگر اس کے برعکس جدیدیوں کے یہاں وجودیت کا فلسفہ محدود دائروں میں سمٹا ہوا نظر آتا ہے۔ جس میں وہ اپنے وجود کے اعتراف اور اقرار کے جذبے میں، میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ کس حال میں ہوں؟ جیسے سوالات کے اردو گرد گھومتا نظر آتا ہے جو اقبال کی خودی کے ابتدائی مرحلوں کو بھی سر نہیں کر پاتا۔ علامہ اقبال کا تصور خودی ایک بحرِ زخار ہے اور وجودیوں کا کنارے سے تماشہ دیکھنے تک محدود ہے۔ علامہ اقبال نے

مغربی تہذیب اور مغرب کی اندھی تقلید کے برخلاف مشرقی قدروں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جدید غزل گو شعراء کے یہاں بھی مغربی تہذیب اور مغرب زدہ زندگی سے بیزاری کے اظہار کے ساتھ صنعتی ترقی اور مشینوں کی حکومت سے بیزاری کا رویہ ملتا ہے۔ شمیم حنفی وجودیت پسندوں کے یہاں ان موضوعات وخیالات کا سلسلہ اقبال ہی سے جوڑتے ہیں۔

> ''مغرب کے صنعتی معاشرے اور مشینوں کی حکومت سے بیزاری کے اظہار میں بھی اقبال کی فکر کے ڈانڈے وجودی مفکروں سے مل جاتے ہیں۔'' (نئی شعری روایت، شمیم حنفی، ص۲۹)

علامہ اقبال نے جس طرح مغربی تہذیب کو ہدفِ تنقید بنایا جدید غزل گو شعراء کے یہاں بھی اس سے بیزاری کا اظہار ملتا ہے۔

علامہ اقبال کے عشق کا تصور روایت کے برخلاف پاکیزہ، منفرد اور بلند و بالا ہے، جس کا ایک وسیع نصب العین ہے۔ مگر جدید غزل گو شعراء کے یہاں عشق کا تصور خالص جنسی وجسمانی رشتوں تک ہی محدود ہے، جو عریانیت اور بے راہ روی کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اسی مغربی تہذیب کے دور رس نتائج کو محسوس کرتے ہوئے کہا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

مغرب کی اسی اندھی تقلید کے نتیجوں کو جدیدیت پسند شعراء کسی عذاب سے تعبیر دیتے ہیں:

مانگی تھی اک کرن شبِ تنہائی کے لئے اب روشنی عذاب ہے بینائی کے لئے
مظفر حنفی

مگر باوجود اس کے جدید غزل گو شعراء اور علامہ اقبال اور جدید غزل گو شعراء کے تصور عشق کے معاملے میں جو بات مماثلت کی جانب اشارے کرتی ہے وہ یہ ہے کہ علامہ اقبال نے جس

طرح عقل کے مقابلے میں عشق کو اولیت دی ہے جدید غزل گوشعراء نے بھی عقل کے مقابلے جنوں کو ہی سرفراز کیا ہے، جسے اقبال کے اثرات سے خالی نہیں کہا جا سکتا۔

جدید عہد اور جدید غزل میں مغربی تہذیب کی وہ تمام تر برائیاں در آئی تھیں جس میں جسمانی رشتوں کی بے راہ روی اور ترقی کی اندھی دوڑ میں رشتوں کا بکھرتا بھرم جسے جدید غزل گوشعراء نے اپنی شاعری میں پیش بھی کیا اور اس سے بیزاری کا اظہار بھی۔

جدید غزل گوشعراء نے اقبال کی شاعری سے اثرات قبول نہیں کئے یہ بات بار بار دہرائی جاتی رہی ہے۔ہمیں بھی اس میں ہٹ دھرمی سے تعلق نہیں لہٰذا ناقدین کو جدید غزل گوشعراء پر اقبال کی شاعری کے براہِ راست اثرات قبول کرنے میں تامل ہوسکتا ہے مگر بالواسطہ طور پر ان موضوعات جن میں وجودیت، عقل وعشق، مشرقیت کے ساتھ حرکت وعمل اور جدوجہد کا تصور بڑی حد تک اقبال ہی سے متاثر ہے،شعوری انکار کے باوجود جدید غزل گوشعراء جن میں باقر مہدی، مظفرحنفی اور ندا فاضلی وغیرہ کے یہاں ان اثرات کے نمونے کمیاب ضرور ہیں مگر نایاب نہیں۔اقبال کے فلسفہ خودی اور جدیدیوں کے فلسفہ وجودیت کے متعلق چند اشعار ملاحظہ ہوں

مری خود آگہی اس طرح آئینہ دکھاتی ہے انا کا خودسر جذبہ مجھے پاگل نہیں کرتا

مظفرحنفی

میں نظر آوں ہر اک سمت جدھر سے چاہوں ہی گواہی ہر اک آئینہ گر سے چاہوں

کشورناہید

اسی طرح جہدِ مسلسل کا نظریہ بھی اقبال کا ہی مرہونِ منّت ہے:

کوئی پناہ نہیں کوئی جائے پناہ نہیں حیات جہدِ مسلسل ہے آدمی کے لئے
اک اضطرابِ مسلسل کا نام ہے جینا کہ موج موج کی شورش ہے سمندر بھی

باقر مہدی

دن بتانے کے لئے نئے خواب تراش رات کو شیشہ و مہتاب تراش
خود ہی کشتی میں بنا لے سراخ اور پھر حیلاء گرداب تراش

مظفر حنفی

عقل وعشق کے معاملے میں جدید غزل گو شعراء اقبال ہی سے اثرات قبول کرتے نظر آتے ہیں جس میں وہ اقبال کی طرح عقل کے مقابلے میں عشق کو ہی اولیت دیتے نظر آتے ہیں:

عقل گر چہ شگفتہ گنچہ ہے عقل بادِ سحر کو کہتے ہیں
عقل ایک آئینہ سہی لیکن عشق آئینہ گر کو کہتے ہیں

مخمور سعیدی

اہلِ خرد کے ماضی و حال چند کتابیں چند خیال
دکھ کی دھوپ میں یاد آئے تیرے ٹھنڈے ٹھنڈے بال

ناصر کاظمی

دردِ دل آج بھی ہے جوشِ وفا آج بھی ہے زخم خانے کا محبت میں مزا آج بھی ہے

باقر مہدی

موضوعات کے علاوہ بھی جدید غزل گو شعراء کے یہاں اسلوب وآہنگ میں اقبال سے متاثر ہونے کا رجحان ملتا ہے۔ جس میں کئی مقام پر شعوری تقلید کا احساس بھی گہرا ہو

جاتا ہے۔لہٰذا تمام تر انکار اور اقرار کے باوجود کہہ سکتے ہیں کہ اردو غزل پر عہد بہ عہد براہ راست اور بالواسطہ طور پر اقبال کے اثرات کا سرِ سے انکار ممکن نہیں۔ان کے معاصرین سے لے کر ترقی پسند اور جدید غزل گو شعراء تک اقبال کے اثرات کی نشاندہی مشکل امر ضرور ہے مگر ناممکن ہرگز نہیں۔